مطلوبہ تمدّنی رویّے

سیرتِ محمد مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں

شگفتہ عمر

راستے کے حقوق

قانون کی پاسداری

خدمت خلق

ماحولیاتی آلودگی

مطلوبہ تمدّنی رویّے

سیرتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشنی میں

شگفتہ عمر

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

کتاب	مطلوبہ تمدنی رویے: سیرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں
تصنیف	شگفتہ عمر
معاون مقالہ نگار	بشریٰ سبحان
اشاعت اوّل	اپریل 2018ء رجب 1438ھ
تعداد	1000
قیمت	100 روپے
ISBN	978-969-9664-15-1
ناشر	مکتبہ راحت الاسلام
	مکان نمبر 26، سٹریٹ 48، F-8/4 اسلام آباد فون: 0334-5730724
ڈیزائن/ پرنٹنگ	انڈس ٹری، اسلام آباد www.industree.com.pk

فہرست

عرض ناشر 5

مقدمہ 7

خلاصہ 9

ہمارے تمدّنی رویے 11

①

تمدّنی رویوں کی مبادیات

احترام انسانیت 13

حقوق و فرائض سے واقفیت 15

عمدہ اخلاق 16

شائستہ رویے 20

②

اہم مطلوبہ تمدّنی رویے سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

عدل و انصاف 21

جان و مال اور آبرو کا تحفظ اور ظلم و تعدّی سے اجتناب 22

حبّ الوطنی 23

قانون کی پاسداری	24
قومی وسرکاری املاک کی حفاظت ودیکھ بھال	27
قدرتی اور قومی وسائل کا ذمہ دارانہ استعمال	29
سرکاری، پرائیوٹ مناصب اور ذرائع کا ذمہ دارانہ استعمال	31
گھریلو اور معاشرتی سطح پر صفائی پسند رویے	32
ماحولیاتی آلودگی اور اس کے اسباب سے متعلقہ رویے	35
راستے کے حقوق	36
خدمت خلق	38
عصبیت اور فرقہ واریت سے اجتناب	39
متشدد رویوں سے گریز	40
صبر، برداشت، عالی حوصلگی اور ضبط نفس سے کام لینا	41
حصول وفروغ علم اور مطلوبہ رویہ	42
نظم وضبط	43

عرضِ ناشر

دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے تحت ربیع الاوّل 1436ء (۷، ۸ اپریل ۲۰۱۴ء) ''حقوق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کانفرنس'' کا انعقاد کیا گیا تھا۔ جس میں پیش نظر مقالہ بعنوان ''ہمارے تمدنی رویے اور حقوق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم'' پیش کیا گیا تھا۔ بعد ازاں یہ مقالہ ماہنامہ ''دعوۃ''، دعوۃ اکیڈمی میں شائع ہوا (اکتوبر۔دسمبر 2015، جلد: ۲۲، شمارہ: ۵۔۷)۔ موضوع ومضامین کی سماجی اہمیت کے پیش نظر اسے افادہ عام کے لیے شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ امید ہے یہ گذارشات کسی قدر معاشرے میں تبدیلی کا باعث ہوں گی۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

شگفتہ عمر

اپریل 2018ء، رجب 1438ھ

مقدمہ

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا۔ زمین وآسمان، پہاڑ اور دریا، خشکی وتری، چرند وپرند۔ اور اس سب کے بعد ایک ایسی مخلوق پیدا کی جسے اشرف المخلوقات بنایا اور "خلیفۃ اللہ" کا لقب دیا۔ اس کو زندگی گذارنے کا طریقہ سکھانے کے لیے اپنے کچھ برگزیدہ بندے بھیجے جنہیں انبیاء رسل کا نام دیا۔ اس سلسلے کی آخری کڑی نبی مہربان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جنہیں تمام انبیاء کا امام بنایا۔ اور سب آپ ﷺ پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں یہ فیصلہ کیا کہ یہ نبی تمام مسلمانوں کے لیے اپنی جان سے بھی زیادہ مقدم ہے۔ **(النبی اولی بالمئومنین من أنفسھم)**

چنانچہ نبی آخری الزمان ﷺ سے زندگی گزارنے کے کامیاب طریقۂ کار کی راہنمائی حاصل کرنے کے لیے سیرت کے موضوع پر شاعرِ اسلام حسان بن ثابتؓ سے لے کر آج تک مختلف زبانوں اور مختلف انداز میں لکھا گیا ہے اور لکھا جاتا رہے گا۔

سیرت نبوی ﷺ محض ایک شخص کی سوانح عمری نہیں ہے بلکہ یہ ایک تہذیب، ایک تمدن، ایک قوم، ایک ملت اور ایک الٰہی پیغام کے آغاز وارتقاء کی ایک انتہائی اہم، انتہائی دلچسپ اور انتہائی مفید داستان ہے۔

سیرت کے موضوع پر زیرِ نظر کتاب "مطلوبہ تمدّنی رویے سیرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں" اس اعتبار سے بہت اہم اور منفرد مساعی ہے کہ اس میں مصنفہ نے نبی مہربان ﷺ کے تمدّنی رویے بہت آسان، عام فہم اور دلکش انداز میں بیان کیے ہیں اور ہمارے تمدّنی رویوّں کا تنقیدی جائزہ بھی لیا ہے۔ یہ اندازِ تحریر اسلوبِ بیان قارئین کی اصلاح کے لیے بہت مفید ثابت ہوگا۔ اس کتاب کی ابتداء میں "تمدّنی رویوّں کی بنیاد" کے موضوع سے لکھتے ہوئے انہوں نے ایک بہت اہم بات کی وضاحت کی ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو بغیر کسی مذہبی، لسانی اور نسلی امتیاز کے عزت و تکریم دی ہے۔ چنانچہ اس قابلِ عزت و تکریم مخلوق کے ساتھ بہترین رویہ ہونا چاہیے اور اس کے ماحول کو بھی پاکیزہ رکھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اس مساعی کو قبول فرمائے اور اسے مصنفہ کے لیے صدقۂ جاریہ بنا دے۔ یہ ایک مختصر مگر جامع کتاب ہے۔ اس موضوع سے عامۃ الناس کو آگاہ کرنا عصرِ حاضر میں ماضی کی نسبتاً زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ میڈیا کے ذریعے ہم مغربی تمدنی رویوں سے مرعوب ہو رہے ہیں حالانکہ جو رویے چودہ سو سال پہلے ہمیں ہمارے نبی مہربان ﷺ نے سکھائے تھے، وہ دنیا کے لیے خوبصورتی، امن اور سکون کا پیغام ہیں۔

سیرت سے لاعلمی کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سے ایسے مسلمان جو نماز، روزے کے اعتبار سے اچھے خاصے دین دار کہلاتے ہیں مگر معاملات و معاشرت اور حقوقِ باہمی کے معاملے میں بالکل غافل اور بے شعور ہونے کی بنا پر اسلام کی ایک غیر مکمل اور منفی تصویر پیش کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

فوزیہ سعید

کلیۃ اصول الدین

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی

اسلام آباد

خلاصہ

حضور ﷺ اپنے روحانی اور باطنی پہلو کے اعتبار سے ایک ایسے مقام پر ہیں جس کا کوئی دوسرا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بعینیہ آپ ﷺ ظاہری اعمال کے لحاظ سے بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ اسی تکمیلی حیثیت کے باعث اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی ذات کو اسوہ حسنہ قرار دیا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا[1]

ترجمہ: "بے شک رسول کریم ﷺ کی ذات میں تمہارے لئے بہترین مثال ہے اس کے لئے جو اللہ کی اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے۔"

محمد ﷺ نے عرفان الٰہی اور قرب الٰہی کے نقطہ معراج سے مادّی زندگی کی تنظیم و ترتیب فرمائی۔ جس نے مادّی تنظیم کو بھی دینی تشخص عطا کیا اور دنیاوی امور کی انجام دہی کو بھی رضائے الٰہی اور قرب الٰہی کا موجب قرار دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی ذات بابرکات نسل انسانی کے تمام افراد کے لئے زندگی کی تمام جہتوں میں رہنمائی فراہم کرتی نظر آتی ہے۔ اطاعت رسول ﷺ کے تقاضوں پر سوچتے ہوئے، گفتگو کرتے ہوئے اور عمل پیرا ہوتے وقت ہمارے ذہنوں میں سیرت کے جو پہلو غالب رہتے ہیں وہ ایمانیات اور عبادات سے متعلق ہوتے ہیں۔ اخلاقیات اور معاملات کی بے شمار جہتوں میں سے بھی روزمرہ کے معمولات کو سیرت کی روشنی میں ترتیب دیتے ہوئے ہمارا ذہن، لباس و طعام، انداز نشست و برخاست اور انداز گفتگو سے آگے کم ہی سوچتا ہے۔ انسانی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی معاشرتی پہلوؤں میں سے ایک پہلو ہماری شہری یا تمدّنی ذمہ داریوں سے

---

[1] الاحزاب۔ ۲۱:۳۳

متعلق ہے جن کی بطریق احسن ادائیگی بھی عبادات اور اخلاقیات کی مختلف صورتوں کی مانند فرائض کے دائرے میں شامل ہے۔اس مقالے میں سیرت طیبہ کی روشنی میں ہماری شہری ذمہ داریوں کا بنظر غائر جائزہ لیا گیا ہے اور بحیثیت مسلم ایک فرد کا وہ چہرہ جو دوسروں کو نظر آنا چاہیئے اور بحیثیت مسلم معاشرے کے جو خدوخال اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نمایاں ہونے چاہئیں، سیرت مطہرہ کی روشنی میں ان کا ناقدانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز نبی ﷺ کی زندگی سے شہری زندگی کے وضع کردہ اصولوں اور ضابطوں کو جدید تمدّنی زندگی میں قابل عمل سمجھنے اور اپنانے کے لئے لائحہ عمل واضح کرنے کی سعی کی گئی ہے۔زیرِ نظر مقالے میں تمدّنی زندگی سے متعلق جن رویّوں کو زیر بحث لایا گیا ہے، ان میں، قانون کی پاسداری، پبلک پراپرٹی کی حفاظت، نظم وضبط، صبر، ایثاروقربانی، راستے کے حقوق، سرکاری ملکی وسائل کا استعمال، صفائی، متشدد روّیے، حصول وفروغ علم، عصبیت و فرقہ واریت، ماحولیاتی آلودگی، حب الوطنی اور احترام انسانیت سے متعلقہ رویّے وغیرھم شامل ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان خطوط پرعمل کرتے ہوئے اپنی تمدّنی زندگی میں حقوق مصطفیٰ ﷺ کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے اور اسلام کی حسین تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

ہمارے تمدّنی رویے

اسلام اجتماعی زندگی کے قیام اور بقاء کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ اجتماعیت خاندانی معاشرہ اور قوموں کی سطح پر درجہ بدرجہ مطلوب ہے۔ ایک بااصول اجتماعی زندگی کے قیام کے لیے ہر فرد کی سیرت میں کچھ بنیادی خصائص و رویّوں کی بیخ کنی لازم ہے۔ بصورت دیگر نہ خاندان کا نظام درست ہوسکتا ہے نہ سوسائٹی کا۔ پیغمبر اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک پاکیزہ مثالی معاشرہ قائم کرنے کے لئے اس کے جملہ خدوخال بیان فرما دیئے ہیں۔ ان خوبیوں کو جو کسی بھی کامیاب معاشرے کا حسن ہوتی ہیں، بیان فرمایا اور ان مفاسد اور گمراہیوں کو بھی واضح کر دیا جو معاشرتی حسن کو بگاڑنے اور معاشرے کو شکست و ریخت سے دو چار کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اجتماعی زندگی کو درست بنیادوں پر قائم کرنے میں اہمیت اور ذمہ داری دراصل ایک ایک فرد ہی کی ہے کیونکہ فرد ہی معاشرے کی بنیاد ہے۔ زوال کے اس مرحلے پر جہاں امتِ مسلمہ اغیار کی تقلید میں اپنی اقدار اور شناخت سے محروم ہے وہیں ان ابدی محاسن سے بھی تہی دست ہوچکی ہے جو کبھی مسلم معاشروں کا طرّہ امتیاز تھے۔

مکہ کی سوسائٹی میں نسب کو غیر معمولی حیثیت حاصل تھی۔ آپ ﷺ کی ابتدائی زندگی وہیں گزری۔ آپ ﷺ نسبی اعتبار سے اعلیٰ ترین خاندان کے فرد تھے۔ اس لئے آپ ﷺ کو ایک بہتر شہری کی حیثیت سے کام کرنے کا موقع ملا۔ مکّی سوسائٹی غیر منظم تھی اور وہاں حکومت مستحکم نہ تھی۔ وہاں آپ ﷺ نے ایک عام شہری اور پھر داعیِ اسلام کی حیثیت سے کام کیا۔ البتہ مدینے میں آپ ﷺ نے نظام حکومت قائم فرمایا اور یہاں آپ ﷺ کی پوزیشن اوّل شہری کی تھی۔

آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک شہری کے فرائض کا تعیّن اس کی ذات، رشتہ داری، پوری انسانیت، دوسری مخلوقاتِ کائنات اور خالق کائنات سے تعلقات کی بنیاد پر کیا جاسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے ان تمام حیثیتوں میں عمدہ مثالیں قائم کیں۔ ریاستی امیر کی حیثیت میں آپ ﷺ نے

میثاق مدینہ، مواخاۃ مدینہ، قانون کا نفاذ اور پابندی، ریاست سے وفاداری اور فلاحی معاشرے کے قیام کی کوششیں کیں۔

آج ہم سیرت طیبہ کی روشنی میں اپنے تمدّنی رویّوں کا جائزہ لیتے ہوئے ایک شہری کے فرائض وذمہ داریوں کو سمجھنے کی کوشش کریں گے جن کی ادائیگی محض ایک دنیوی ذمہ داری نہیں بلکہ دینی فریضہ شمار ہوتی ہے۔ امید ہے کہ ان زرّیں اصولوں کو سمجھنے اور پھر انہیں عمل میں ڈھالنے کا جذبہ وسیع مسلم معاشروں کے استحکام کا ذریعہ بن سکے گا۔

①

تمدّنی رویّوں کی مبادیات

سیرت مطہرہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں مثبت تمدّنی رویّوں کی بنیاد احترام انسانیت، انفرادی و اجتماعی سطح پر حقوق فرائض سے آگاہی اور عمدہ اخلاق ہیں۔ چنانچہ ان مبادیات پر ابتدائی گفتگو کے بعد دیگر اہم مطلوب تمدّنی رویّوں کو زیرِ بحث لایا جائے گا۔

احترامِ انسانیت

اسلام ہمیں احترامِ انسانیت کا واضح سبق دیتا ہے

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا[1]

ترجمہ: ''اور بے شک ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔''

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ[2]

---

[1] الاسرا- ۱۷: ۷۰

[2] الحجرات: ۴۹ : ۱۳

ترجمہ: ''اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔''

اولاد آدم ہونے کی بناء پر تمام انسان مساوی درجہ رکھتے ہیں اور تمام انسانی حقوق میں برابری کے مقام پر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ہر سطح پر کسی بھی قسم کے گروہی، نسلی اور مذہبی امتیازات کو رد کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے آخری خطبے میں فرمایا کہ کالے کو گورے اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور اسی طرح عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔

چنانچہ ایک مسلمان شہری کا فرض ہے کہ وہ تمام انسانوں کا احترام کرے اور اپنے آپ کو دوسروں سے افضل اور کسی کو اپنے سے حقیر نہ جانے۔ یہ مطلوبہ رویہ اپنے سے متضاد یعنی متکبر رویے کی بیخ کنی کرتا ہے جو کہ شیطانی طرز عمل ہے اور شیطان کے راندہ درگاہ ہونے کی بنیادی وجہ ہے۔ تکبر کی نفی قرآن پاک میں یوں کی گئی ہے

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ[1]

ترجمہ: ''اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین میں اکڑ کر چل اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔''

ہم نے اپنے معاشرے میں ملکی، صوبائی، لسانی اور ذات پات کی بنیاد پر تکبر کے ساتھ ساتھ مالی تفاوت اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں اور سماجی بنیاد پر لوگوں کو باحیثیت اور کم حیثیت گروہوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اور اپنے تمدنی ڈھانچے میں اونچ نیچ اور اس حوالے سے استحصال پر مبنی رویوں کو مستقل جگہ دے رکھی ہے۔ درحقیقت اسلام نے محمود و ایاز کے فرق کو مٹا کر مساوات پر مبنی ایک مثالی معاشرہ قائم کیا تھا۔ ہم اس سے کوسوں دور جہالت کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ دیہاتی معاشرے میں جاگیردار اور کمی کمین کی تقسیم اور شہری معاشرے میں امیر غریب، تعلیم یافتہ اور جاہل۔ مذہبی اعتبار سے شیعہ، بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث اور صوبائی حوالوں

---

[1] القمان-۳۱ : ۱۸

سے لسانی تفریق نے ہمارے معاشرے کے استحکام میں دراڑیں ڈال رکھی ہیں۔انہی بنیادوں پر تعلقات قائم کرنا، شادی بیاہ کرنا اور حقوق ادا کرنا ایک مسلّمہ اصول سمجھا جاتا ہے۔

حقوق وفرائض سے واقفیت

کسی بھی مثالی معاشرے کے قیام واستحکام کے لئے ریاست اور شہریوں نیز شہریوں کے مابین حقوق وفرائض کی آگہی، احترام اور ادائیگی وحصول کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔جس کے بغیر نہ تو کسی ریاست کے شہری اپنی شخصیت کی تکمیل کرسکتے ہیں اور نہ ہی کوئی ریاست اور معاشرہ ترقی کرسکتا ہے۔نہ معاشرے میں امن وامان قائم ہوسکتا ہے اور نہ ہی تہذیب وثقافت کا ارتقاء ہوسکتا ہے۔جیسا کہ ارسطو نے کہا کہ انسان مدنی الطبع ہے، وہ سوسائٹی میں پیدا ہوتا ہے، پروان چڑھتا ہے اور اس میں رہتا ہے۔چنانچہ ایک مثالی شہری کے لئے لازمی ہے کہ وہ حقوق وفرائض کے متعلق مناسب فہم اور معلومات رکھتا ہو۔تاکہ وہ معاشرے کی ترقی میں بھرپور حصہ لے سکے اور اپنے حقوق کا تحفظ بھی کرسکے۔

حقوق سے مراد وہ اختیار یا مطالبہ ہے جو ایک فرد کو دوسرے فرد کے مقابلے میں حاصل ہوتا ہے۔یعنی حقوق سے مراد وہ اختیارات ہیں جنہیں معاشرہ مفادِ عامہ کے لئے ضروری قرار دیتا ہے۔ایک مثالی معاشرے میں شہریوں کو حاصل حقوق، اخلاقی اور معاشرتی اور سیاسی حقوق میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں۔اخلاقی حقوق کی ذمہ داری ریاست پر عائد نہیں ہوتی البتہ اخلاقی اقدار، رائے عامہ اور معاشرہ خود ہی ان کا ضامن ہوتا ہے۔ معاشرتی وسیاسی حقوق انسان کی متمدّن زندگی میں بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اور ریاست ان حقوق کی حفاظت کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ان حقوق میں حقِ زندگی، حقِ تعلیم، حقِ معاش، حقِ جائیداد، حقِ معاہدہ، تقریر وتحریر کی آزادی، انجمن سازی کا حق، حقِ نکاح وعائلی زندگی، شخصی آزادی، حقِ ثقافت، آزادیٔ نقل وحرکت، حقِ رائے دہی ونمائندگی، سرکاری ملازمت کے حقوق، حقِ عرض یادداشت وغیرہم شامل ہیں۔ایک مسلم معاشرے میں یہ تمام حقوق مسلم وغیر مسلم رعایا کے لئے مساوی ہوتے ہیں۔

فرض سے مراد وہ ذمہ داری ہے جو ایک شہری پر دوسرے انسانوں، ریاست اور معاشرے کی طرف سے عائد ہوتی ہے۔فرائض کو قانونی، اخلاقی اور سیاسی فرائض یا مختلف طبقات کے مابین فرائض کے حوالے سے بھی تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ایک فرد کے لئے گزشتہ سطور میں جن اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی حقوق کا ذکر کیا گیا ہے اسی

حوالے سے اس کی ذمہ داریوں میں دوسروں کی زندگی، ملکیت اور عزت کا احترام، دوسرے کے مذہب میں بے جا مداخلت سے گریز، تحریر و تقریر کی آزادی کو ملک یا دیگر افراد کی آزادی میں مداخلت کے لئے استعمال نہ کرنا، تعلیم کے ذریعے اپنے اندر اخلاق اعلیٰ اوصاف پیدا کرنا اور مفید شہری بننا اور وسیع تناظر میں تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد احسن طور پر ادا کرنا شامل ہیں۔ حقوق العباد کی طویل فہرست میں والدین اور اولاد، زوجین، رشتہ دار، اساتذہ، شاگرد، ہمسائے، مہمان اور میزبان، آقا و خادم، معاشرے کے محروم طبقات، مریض، جانور اور ماحول کے حقوق شامل ہیں۔

معاشرے کی ترقی اور یکجہتی کا انحصار فرائض و حقوق کے درمیان توازن اور تناسب پر ہے۔ معاشرہ اور ریاست افراد کے حقوق و فرائض کی بجا آوری اور ادائیگی کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ ریاست اس بات کی ذمہ دار ہے کہ وہ افراد کے افراد پر حقوق و فرائض کے تعین کے ساتھ ان کی بجا آوری پر بھی نظر رکھے۔

عمدہ اخلاق

ایک مثالی متمدن زندگی گزارنے کے لئے ایک فرد کے لئے سب سے اہم فعل عمدہ اخلاق کا مظاہرہ ہے۔ اخلاق اعتبار سے عاری افراد پر مبنی معاشرے کو کسی قسم کے اجتماعی ضوابط و قوانین عروج کے راستے پر گامزن نہیں کر سکتے۔ آپ ﷺ کے عمدہ اخلاق بحیثیت شہری ہم سب کے لئے قابل تقلید ہیں اس ضمن میں قرآن پاک کا ارشاد ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ [1]

''اور بے شک آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں''۔

خود آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ الْاَخْلَاق [2]

''میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔''

---

[1] القلم۔ ۶۸:۴

[2] کنز الایمان

آپ ﷺ کے لیے سیدہ عائشہ کا فرمان ہے کَانَ خُلُقُهُ الْقُرآن[1]

''آپ ﷺ کے اخلاق تو قرآن ہیں''

آپ ﷺ نے فرمایا أَكْمَلَ الْمُؤمِنِينَ إِيمَاناً أَحْسَنُكُمْ خُلُقاً[2]

''مومنین میں کامل ایمان والے وہ ہیں جو اخلاق میں اچھے ہیں۔''

آپ ﷺ کی کامل زندگی کا ایک حصہ آپ ﷺ کا سماجی ربط اور رویے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس سلسلے میں سب سے پہلے سلام کو فروغ دیا۔ آپ ﷺ ہمیشہ سلام میں پہل کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس عمل کو کبر سے حفاظت کا ذریعہ بنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ[3] ''اپنے درمیان سلام کو رواج دو'' اسلام بلاتفریق تمام مذاہب میں محبت پھیلانے کا موجب ہے اور ان کے ادب کا سبق دیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت اسامہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک مجلس سے گزرے جس میں مسلمان اور مشرکین یعنی بتوں کے پجاری اور یہودی سب شریک تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں سلام کیا۔[4]

آپ ﷺ بچوں کے ساتھ گفتگو فرماتے۔ انہیں سلام میں پہل کرتے اور انہیں پیار کرتے۔ آپ ﷺ انتہائی خوش مزاج تھے۔ آپ ﷺ نے مسکرا کر لوگوں سے ملنے کو نیکی اور صدقہ قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے صلہ رحمی کا درس دیا اور عمل کر کے دکھایا۔ اپنی دعوت کا آغاز اپنے گھر اور رشتہ داروں سے کیا۔ ان کی ایذاء رسانیوں کو برداشت کیا اور ان کے لئے دعائے خیر کی۔ تمام نسبی، رضاعی اور صہری رشتہ داروں کا احترام کیا۔ ہمسائیوں کا لحاظ کرتے انہیں تحفے دیا کرتے اور اسے محبت بڑھنے کا موجب قرار دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''کسی آدمی کے لئے جائز نہیں کہ وہ سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے''[5]

---

[1] شرح جامع التفسیر

[2] ترمذی کتاب الرضاع

[3] المشکوۃ، کتاب الادب

[4] جامع ترمذی، ابواب الاستیذان والآداب

[5] الادب المفرد

پڑوسیوں سے حسنِ سلوک کی ہدایت کی مناسبت سے کسی بھی جرم کا ارتکاب اگر پڑوسی سے ہو تو وہ اور بھی زیادہ گھناؤنا ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا جب تک اپنے پڑوسی کی جان کے لئے وہی پیار نہ رکھے جو خود اپنی جان کے لئے رکھتا ہے''۔[1]

صحابہ کرام کی محفل میں ہنسی مذاق بھی ہوتا، قصہ کہانی بھی، آپ ﷺ میں اور ایک عام آدمی میں کوئی فرق محسوس نہ ہوتا۔ فرماتے کہ ''جس کو پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت اور اس کی عمر میں برکت ہو اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے۔''[2]

صلہ رحمی، تواضع، انکساری، بردباری اور نرمی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو ہر معاملے میں نرمی کرنے کی نصیحت فرمائی۔ لوگوں کو ایک دوسرے پر سختی اور زیادتی کرنے سے منع کیا اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی کسی دوسرے پر فخر نہ جتلائے۔[3]

لوگوں کے درمیان نفرت و عداوت پیدا کرنے والے رذائل غیبت، عیب چینی، حسد، بغض، فحش گوئی آپ ﷺ کو سخت ناپسند تھے۔ حسنِ سلوک اور عفو و درگزر آپ ﷺ کی زندگی میں بہت نمایاں تھے جو کہ سماجی زندگی میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی اور ہندہ کے ساتھ آپ ﷺ کا رویہ اور فتح مکہ کے موقع پر ''لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ'' ''آج کے دن تم پر کوئی مواخذہ نہیں''[4] آپ ﷺ کی معاشرتی اور سیاسی زندگی کے اہم سنگ میل ہیں۔ اجتماعی اعمال اور معاشرتی زندگی میں باہمی تعلقات کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں روزہ، نماز اور صدقے سے زیادہ اجر و ثواب کا حامل عمل نہ بتاؤں؟ صحابہ کرامؓ نے کہا یا رسول اللہ ضرور بتایئے آپ ﷺ نے فرمایا: باہمی تعلقات کی درستگی

---

[1] مسلم۔ کتاب الایمان

[2] المشکوۃ، باب البر والصلہ

[3] المشکوۃ، باب المفاخرۃ والعصبیہ

[4] سیرت النبی شبلی نعمانی وسلیمان ندوی

جبکہ تعلقات کی خرابی دین کو مونڈنے والی ہے[1]۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تواضع اور انکساری کا عنصر غالب تھا۔ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ تم تواضع اختیار کرو اور کوئی شخص کسی دوسرے پر سرکشی اور زیادتی نہ کرے اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے پر فخر نہ جتلائے[2]''۔

آپ ﷺ نرم خو، رحم دل، رقیق القلب اور لطیف الطبع تھے۔ رفق ولطف معاملات اور رویّوں میں نرمی اور سہولت کا نام ہے۔ آپ ﷺ کی اس صفت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس پیرائے میں کیا ہے:

''سو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب آپ ﷺ ان کے لئے نرم دل ہوئے۔ اور اگر آپ ﷺ اکھڑ اور سخت دل ہوتے تو وہ آپ ﷺ کے پاس سے تتر بتر ہوجاتے تو آپ انھیں معاف فرمادیجیے اور ان کی شفاعت کر دیجیے اور کاموں میں ان سے مشورہ کیجیے اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کریں بے شک توکل والے اللہ کو عزیز ہیں''[3]

رسول اللہ ﷺ نے مختلف پیرایوں سے رفق ولطف کی خوبیوں کو بیان فرمایا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نرم خو ہے اور نرم خوئی کو پسند کرتا ہے۔ نرم خوئی پر جو کچھ عطا کرتا ہے وہ سختی پر نہیں اور نہ کسی اور چیز پر''[4]۔ ایک اور مقام پر فرمایا کہ ''جو نرمی سے محروم ہے وہ خیر سے محروم ہے''[5] سیدنا عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ:

''کیا میں تمھیں بتادوں کہ کون شخص آگ پر حرام ہے اور کس پر آگ حرام ہے۔ اس شخص پر جو لوگوں کے قریب ہو، نرم ہو، اور آسان ہو[6]''۔

---

[1] جامع ترمذی، ابواب صفۃ القیامہ

[2] المشکوۃ، کتاب الادب

[3] آل عمران: ۳ : ۱۵۹

[4] مسلم، کتاب: باالبر والصلہ والاداب

[5] مسلم، باب: فضل الرفق

[6] جامع ترمزی، ابواب صفۃ القیامہ

نرم روی کا ایک پہلو لوگوں کے دکھ درد کو محسوس کرنے اور ان کے غم میں شریک ہونے کا بھی ہے۔ آپ ﷺ لوگوں کی تکلیف کو محسوس کرتے۔ آپ ﷺ کی طبیعت کی نرمی اور شفقت نے لوگوں کو آپ ﷺ کا گرویدہ بنادیا، مسلم سوسائٹی کو باہم مربوط رکھا اور لوگوں کو ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کا شعور عطا کیا۔

شائستہ رویے

شائستہ رویے تہذیب یافتہ معاشرے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کسی ناپسندیدہ حرکت پر شور شرابا کرنے، چیخنے چلّانے یا دوسرے کی بے عزّتی کرنے کے بجائے صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے نرم اندازِ گفتگو دوسرے کے دل کو زیادہ متاثر کرتا ہے جس کا ثبوت رسول ﷺ کے نرم رویے کی بدولت جاہل عربوں کا اسلام قبول کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے نبی ﷺ! اگر آپ تند خو اور درشت مزاج ہوتے تو یہ لوگ آپ ﷺ کے گرد سے چھٹ جاتے۔''[1] مسجد نبوی کے صحن میں ایک بدّو کی ناپسندیدہ حرکت (پیشاب) کرنے پر آپ ﷺ کا اس سے صرفِ نظر فرمانا دعوتِ دین کے علم برداروں، خطیبوں اور واعظوں کے لیے ایک خصوصی سبق کا حامل ہے۔

اسی طرح صبر اور حوصلہ و برداشت کا رویہ، اختلافِ رائے اور ذاتیات پر طعن و تشنیع میں صبر کرنا، یہ وہ رویے ہیں جو معاشرے میں اخوّت و محبت کی فضا کو قائم کرتے ہیں۔ صبر کو ایک دوسرے کے ساتھ باہم مل جل کر رہنے اور برداشت کو ایثار و قربانی کا رویہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ باہمی تعلقات کی درستی اور دستِ تعاون بڑھانا بڑی اہمیت کے حامل معاشرتی رویے ہیں۔ رسول ﷺ نے اپنی عملی زندگی سے اس کی مثالیں دی ہیں، جیسے تعلقات کی درستی کو روزہ، نماز اور صدقے سے بڑھ کر اجر و ثواب کا حقدار ٹھہرایا ہے[2]۔ اسی طرح دستِ تعاون بڑھانا کہ ''باہم غصہ نہ کرو اور حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے لاتعلق نہ رہو''[3]

---

[1] آل عمرن ۳:۱۵۹

[2] ابوداؤد: کتاب الادب

[3] المسلم، کتاب البر والصلہ

(۲)

اہم مطلوبہ تمدّنی رویے، سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشنی میں

عدل وانصاف

جس طرح ہر شہری کا یہ حق ہے کہ اسے بلالحاظِ مذہب ونسل انصاف ملے، اسی طرح اس کا فرض بھی ہے کہ وہ اپنے اجتماعی معاملات کی بنیاد عدل وانصاف کے زرّیں اصولوں پر رکھے۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ کسی کے حقوق کی ادائیگی اور کسی بھی قانون یا ضابطے کے عمل درآمد میں کسی مخالفت، موافقت اور تعصب کو بنیاد نہ بنایا جائے۔ ارشادِ ربّانی ہے

"وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى"[1]

"اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو کہ یہ تقویٰ سے قریب تر ہے"۔

عدل وانصاف کا یہ حکم محض امراء سلطنت، عمّال حکومت یا منصف وقاضی کے لئے نہیں ہے بلکہ ہر فرد کو زندگی کے ہر اجتماعی معاملے میں اس اصول پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۟ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ

---

[1] المائدہ ۵:۸

تَلْوُوٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۔[1]

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو۔ اگرچہ تمھارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریقِ معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔ لہٰذا اپنی خواہشِ نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو۔ اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے''۔

جان و مال اور آبرو کا تحفظ اور ظلم و تعدّی سے اجتناب

اسلام ہمارے تمدّنی رویّوں میں ایک دوسرے کے جان و مال اور آبرو کے تحفظ کو ایک مستقل قدر کے طور پر متعارف کرواتا ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ[2]

ایک مسلمان کی جان، مال اور آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ ۔[3]

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہے۔''

اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ ۔[4]

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے''

جان، مال کے تحفظ میں غیر مسلم بھی حالت جنگ کے سوا مامون ہیں اور آبرو کا تحفظ بھی سب کو حاصل ہے۔ ایک

---

[1] النساء ۴:۱۳۵

[2] المسلم، کتاب البر والصلہ والادب

[3] صحیح بخاری۔ کتاب الایمان

[4] المسلم، کتاب البر والصلہ والادب

اسلامی ریاست میں کسی شہری کو کسی غیر مسلم شہری کے حقوق پر دست درازی کی اجازت نہیں ہے۔ انسانی جان ہر حال میں محترم ہے جس کا تلف کرنا تمام انسانوں کی زندگیوں کو تلف کرنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ نیز تمام مخلوق کو اللہ کا کنبہ قرار دیتے ہوئے ان سے حسنِ سلوک کی ترغیب دی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:
''ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اس کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی کرتا ہے''[1]۔

ان تمام اصولی ہدایات کی روشنی میں معاشرے میں انسانوں کے انسانوں پر روا رکھے جانے والے ظلم، جبری مشقت، نجی جیلیں، مار پیٹ و تشدّد کے واقعات، زنا بالجبر کے واقعات، نوجوانوں کو کارو اور کاری قرار دیتے ہوئے قتل، گھریلو ملازمین پر تشدّد، چھوٹے بچوں سے مشقت طلب کام کرانا، پولیس کی حراست میں ملزمان پر تشدّد، جیلوں میں عمّال کے ہاتھوں قیدیوں پر تشدّد، جھوٹی سچی افواہوں کی صورت میں ہندو یا عیسائی اقلیتوں کے گھروں، معبدوں پر حملے اور ان کی املاک و جان کا نقصان، چوری، ڈکیتی اور اغواء برائے تاوان، ٹارگٹ کلنگ، دہشت گردی کی کارروائیوں کے ذریعے مسلم و غیر مسلموں کا قتل، یہ تمام صورتیں ایسے رویّوں کے مظاہر ہیں جو کسی بھی صورت مسلم تمدّنی رویے نہیں ہو سکتے۔

آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد مسلمانوں کے مابین اخوت کے رشتے کو مضبوط کرنے اور مسلمانوں کے مسلمانوں پر حقوق کی عملی تعبیر کے لئے انصار اور مہاجرین میں مواخاۃ کی بنیاد رکھی جس نے مسلم معاشرے کے دو اہم عناصر کو متحد کیا اور معاشرے میں یکجہتی کی بنیاد رکھی۔ غیر مسلموں کے ساتھ معاشرتی امن و سکون اور استحکام کے لئے میثاقِ مدینہ کیا گیا۔

حب الوطنی

قرآن و حدیث کی روشنی میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی ریاست کا وفادار اور محب وطن ہو۔ ریاست کے مفادات پر اپنے ذاتی مفادات کو قربان کرنے کا جذبہ رکھتا ہو۔ اپنے ملک کے نظریے سے محبت رکھتا ہو۔ نصب العین کے تحفظ اور تکمیل کا عزم رکھتا ہو۔ ملک کی آزادی، وقار اور سالمیت کی خاطر حکومت سے تعاون کرنے والا

[1] المشکوۃ، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

ہو اور ملک کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لئے اپنے جان و مال کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے پر تیار ہو۔

اس ضمن میں کسی بھی قوم کی بین الاقوامی شناخت کے لئے تصورِ قومیت دراصل ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ آج دنیا ایک گلوبل ویلج کی حیثیت اختیار کر گئی ہے جہاں ہر قوم کا اپنا ایک بنیادی قومی تشخص ہوتا ہے جس کی بناء پر وہ اپنا مذہبی و ثقافتی ورثہ دوسری اقوام کو متعارف کرواتی ہے۔ لہٰذا یومِ آزادی ہو یا یومِ دفاع، عید کے تہوار ہوں یا قائدین قوم کی یادگار منانا، نہ صرف معاشرتی سطح پر حب الوطنی کے جذبے کو ابھارتا ہے بلکہ بین الاقوامی طور پر اپنے ملک کا نام روشن کرنے کا بھی سبب بنتا ہے۔

قانون کی پاسداری

عصرِ حاضر میں کسی بھی ریاست میں آئین کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کی روشنی میں ملک میں دیوانی، عائلی، فوجداری اور دیگر موجود قوانین کو ہم آہنگ کیا جاتا ہے یا نئے قوانین وضع کئے جاتے ہیں۔ اسلام معاشرے کے استحکام اور بقاء کے لئے جن تمدّنی رویوں کو پروان چڑھاتا ہے، اس میں قانون کی پاسداری سرِ فہرست ہے۔ ریاست کے وضع کردہ قوانین امن و امان کے قیام اور مختلف طبقات کے درمیان توازن قائم رکھنے اور مفادِ عامہ کی حفاظت کے لئے لازم ہوتے ہیں۔ اگر ملکی قوانین کا احترام نہ کیا جائے تو ریاست کا نظام درہم برہم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ریاست کو منظم رکھنے کی خاطر ہر شہری کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ قانون کی اطاعت اور احترام کرے۔ قرآن میں سورہ المائدہ کی آیت نمبر ۴۹ میں قانون کی عملداری کا واضح حکم دیا گیا ہے اور اللہ یہ حکم دیتا ہے کہ تم ان لوگوں کے درمیان ان کے جھگڑے کا فیصلہ کرو، اس قانون کے مطابق جو اللہ نے نازل کیا ہے۔ اسی طرح سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۶ میں قانون شکنی کو گمراہی قرار دیا گیا ہے اور سورہ النور کی آیت نمبر ۵۱ میں ایمان والوں کی یہ نشانی بتائی گئی ہے کہ:

"ایمان لانے والوں کا تو کام یہ ہے کہ جب وہ بلائے جائیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف کہ رسول ان کے درمیان کوئی فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا"۔

اسلامی ریاست کی بنیاد حاکمیت الٰہی پر ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت اور وفاداری ایک مسلم شہری کے لئے محض اختیاری معاملہ نہیں بلکہ لازم ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ کی اطاعت اور مقصد سے وابستگی کا معیار پیش

کیا جس کا ذکر قرآن نے یوں کیا:

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔[1]

"جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے دراصل خدا کی اطاعت کی"۔

قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ‌ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ ۔[2]

"کہدو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو، پھر اگر وہ منہ موڑیں تو اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔"

رسول اکرم ﷺ نے سربراہِ مملکت ہونے کے باوجود اپنے آپ کو قانون کا پابند بنایا اور قانون کے احترام کو مجروح نہ ہونے دیا۔

فاطمہ مخزومیہ کی چوری کے واقعے کے حوالے سے اسامہ بن زیدؓ کی سفارش مسترد کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

"وَاللّٰهِ لَو سَرَقَتْ فَاطِمَةُ بِنْتِ مُحَمَّدٍ لَقَطَعْتُ يَدَهَا"[3]

"اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا"

اسلام کا مکمل نظامِ حیات بنیادی طور پر عائلی، مالی، دیوانی، فوجداری، بین المالک قوانین کا احاطہ کرتا ہے۔ لیکن قرآن وسنّت میں وضع کئے گئے قوانین اور ان کی تشریحات کی زمانہ کے مطابق ضابطہ بندی کی جاتی ہے۔ جملہ قوانین اور ضوابط کی پاسداری کو کتنے احسن طریقے سے اس آیتِ کریمہ میں سمیٹ دیا گیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ ۚ[4]

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحبِ اختیار

---

[1] النساء۔ ۴:۸۰

[2] ال عمران۔ ۳:۳۲

[3] بخاری، کتاب الحدود

[4] انساء۔ ۴:۵۹

ہیں۔"

چنانچہ ان ہدایات کے پیشِ نظر ایک شہری کے لئے ضروری ہے کہ وہ ٹریفک کے قوانین کی پابندی کرے، شناختی کارڈ، ڈرائیونگ لائسنس، گاڑیوں کی رجسٹریشن، محصول کی ادائیگی، انکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس کے قوائد وضوابط کو پورا کرے۔ گھر بنواتے وقت تعمیراتی ضابطوں اور تکمیلی سرٹیفکیٹ میں سچائی اور دیانتداری کو ملحوظ رکھے ان تمام معاملات میں جھوٹ، بددیانتی اور غلط بیانی سے بچے۔ قانون کی پاسداری کا ایک پہلو ملکی فلاح وبہبود کی خاطر حکام سے تعاون سے متعلق ہے۔ ملک میں قانون پر عملدرآمد، جرائم پیشہ افراد کی سرکوبی، امن وامان کا قیام، عوام کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

ملکی قوانین وضوابط کے احترام کا ایک اہم پہلو محصولات کی ادائیگی ہے۔ دینی فہم کی کمی کی وجہ سے اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں پر زکاۃ کی ادائیگی کے علاوہ کسی محصول کی ادائیگی لازم نہیں ہے۔ علاوہ ازیں شخصی مفاد اور مادیّت پسندی کے تحت انکم ٹیکس کی عدم ادائیگی حکومتی ذرائع آمدن کو محدود کر دیتی ہے۔ سرکاری یا بڑے نجی اداروں میں ملازمین کی تنخواہوں سے انکم ٹیکس ایک خاص شرح سے منہا کر لیا جاتا ہے لیکن جن شعبہ جات میں انکم ٹیکس کی تشخیص افراد کو خود کرنا ہوتی ہے، یہ کام امانت داری اور دیانت داری سے نہیں ہوتا۔ ڈاکٹرز، وکلاء، تجارت پیشہ افراد اپنی آمدنی کا اندراج نہیں رکھتے اور اس کے مطابق مختلف النوع انکم ٹیکس ادا نہیں کرتے۔ ملک میں بڑے بڑے سیاستدان جو بڑے بڑے کاروباروں سے وابستہ ہوتے ہیں محض معمولی سا ٹیکس ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ ملک میں نظام کی تبدیلی اور معاشی فلاح کے لئے ٹیکس بیس کو بڑھانے کی بات کی جاتی ہے جس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنی قابلِ ٹیکس آمدن پر ٹیکس دینے پر آمادہ کیا جائے۔ ہمیں یہ بات سمجھنی چاہیئے کہ ٹیکس چوری ایک اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے جہاں اولی الامر کی اطاعت میں تمام پہلوؤں کا احاطہ فرمایا وہیں قولاً وفعلاً قوانین کی پابندی کی حدود بھی واضح فرما دی ہیں۔ مثلاً اگر حکمران اپنے فرائض مکمل طور پر ادا نہ بھی کر رہے ہوں تب بھی رعایا کو اپنے حقوق ادا کرنے ہوں گے۔ کیوں کہ ان سے اپنے اعمال کی باز پرس ہوگی۔ البتہ احکام وقوانین کی اطاعت میں جو حکم براہِ راست خدا کے حکم کے خلاف ہوگا، اس پر عمل درآمد نہیں کیا جا سکے گا۔ کیونکہ ہر قسم کی اطاعت کے حوالے سے ایک مسلّمہ اصول دے دیا گیا ہے۔

"لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ"[1]

"خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے" یعنی اللہ کی معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں کی جائے گی اور نیز اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں ہے۔

قومی وسرکاری املاک کی حفاظت ودیکھ بھال

قومی وسرکاری املاک تمام معاشرے کے لئے استعمال اور فلاح وبہبود کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ چنانچہ پبلک پراپرٹی کا تحفظ اور ذمہ دارانہ استعمال بھی سب کی مجموعی ذمہ داری ہے۔ عموماً ہمارے معاشرے میں اس حوالے سے غیر محتاط رویے مشاہدے میں آتے ہیں۔ سڑکوں پر کچرا پھینکنا، اپنے گھروں میں گاڑیاں اس طرح دھونا کہ پانی سڑک پر بہتا جائے، ہر محلے میں عام منظر ہے۔ اپنے گھروں کو صاف ستھرا رکھنے کے علاوہ ہمارے معاشرتی رویّوں میں سڑکوں، باغات، دفاتر، شفاخانوں، سیر وتفریح کے دیگر مقامات پر صفائی کا رجحان بالکل دیکھنے میں نہیں آتا۔ سڑکوں اور گلیوں میں لگے مختلف سائن بورڈز جو عوام کی رہنمائی کا ذریعہ ہوتے ہیں، ان پر اکثر اوقات لوگ اپنے پوسٹرز یا اشتہار چپکا دیتے ہیں یا کسی سیاسی رہنما کا نام روغن سے لکھ دیا جاتا ہے۔

رسول ﷺ نے فرمایا: "جس نے زمین کے نشان کو بدلا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔"[2]

عوامی مقامات کو صاف رکھنے میں ہمارے افراد اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں رکھتے۔ پبلک کوڑے دان میں کوڑا اس ڈبے سے باہر ڈال دیا جاتا ہے۔ یا کسی بھی خالی جگہ کو کوڑا پھینکنے کی جگہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ پارک اور دیگر مقامات پر کوڑے کی ٹوکریوں کو استعمال کرنے کی زحمت نہیں کی جاتی بلکہ جہاں بیٹھتے ہیں وہیں کھانے پینے کا بچا کھچا سامان، پیکنگ کے ڈبے، بوتلیں، پھلوں کے چھلکے سب پھینک دئے جاتے ہیں۔ عمارت کی سیڑھیوں پر چلتے ہوئے تھوک دینا یا پان کی پیک پھینک دینا بھی ہمارے معاشرے کا عام چلن ہے۔

پبلک پراپرٹی کی حفاظت کے حوالے سے ایک پہلو ناجائز تجاوزات کا ہے۔ ان تجاوزات کی مختلف شکلیں ہیں۔ اپنی گلی میں گھروں کے باہر گاڑی کے لئے پختہ ریمپ بنالینا۔ جگہ گھیر کر گاڑی کھڑی کرنے کے لئے چار

---

[1] المسلم، کتاب الامارہ
[2] المسلم، کتاب الاضاحی

دیواری یا باغیچہ بنالینا، دکانوں کے آگے پختہ نیم پختہ تھڑے یا برآمدے بنالینا، اپنے ہوٹلوں اور ہسپتالوں کے چہار اطراف جگہ گھیر کر اپنے ایگزاسٹ، سامان اور آرائش کے لئے جگہ پر قبضہ کر لینا، سیکورٹی کے نام پر آدھی آدھی گلی یا سڑک گھیر کر بڑے بڑے بلاک رکھ کر حفاظتی حصار بنالینا، بااثر سرکاری شخصیات ہونے کی صورت میں رکاوٹیں لگا کر گلی یا سڑک کو آمد ورفت اور عام افراد کے استعمال کے لئے بند کر دینا وغیرہ ان تمام معاملات کے حوالے سے حضور اکرم ﷺ نے رہنمائی اور غلط کام پر وعید مختلف الفاظ کے پیرائے میں بیان فرمائی ہے۔

''بے شک تمہاری جانیں اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں اسی طرح حرام (محترم) ہیں جس طرح تمہارے اس شہر میں اس دن کی حرمت ہے۔''[1]

ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ ''جس نے ایک بالشت زمین ظلم سے ہتھیالی، اس کے گلے میں سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔''[2]

مزید فرمایا: ''جس نے اپنے ہاتھ سے دوسرے مسلمان کا حق مار لیا اللہ نے اس پر جہنم کی آگ لازم کر دی اور جنت حرام۔'' کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! اگر چہ کوئی معمولی سی چیز بھی ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اگر لکڑی کا ٹکڑا بھی ہو تب بھی''[3]

عوامی مقامات پر نجاست پھیلانے کی مخالفت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: 'لعنت کے تین کاموں سے بچو، جو شخص لوگوں کے راستے پر پاخانہ کرتا ہے، پانی کے گھاٹ پر پاخانہ کرتا ہے، لوگوں کے سائے میں پاخانہ کرتا ہے۔''[4]

اسی طرح ہڑتال، احتجاج اور جلسے جلوسوں کے دوران شہری املاک کو نقصان پہنچانا، دکانوں کو جلا دینا، سڑکوں پر ٹائر جلانا، عمارتوں کے شیشے توڑ دینا وغیرہ بھی اخلاقی اور قانونی جرم گردانا جائے گا۔

---

[1] ترمذی۔ ابواب الفتن۔ خطبہ حجۃ الوداع

[2] صحیح المسلم، کتاب المساقاۃ

[3] صحیح المسلم، کتاب الایمان

[4] ابوداؤد: کتاب الطہارۃ

قدرتی اور قومی وسائل کا ذمہ دارانہ استعمال

قدرتی وسائل قیمتاً حاصل ہو رہے ہوں یا بغیر قیمت ادا کئے، ان کا ذمہ دارانہ استعمال ان وسائل کو ہم سب کے لئے دیر پا، نفع بخش بنانے میں ممد و معاون ہوگا اور ویسے بھی ان وسائل پر سب کا حق ہے۔ جیسے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

''سب لوگ تین چیزوں میں حصہ دار ہیں پانی، گھاس اور آگ میں''[1]

قرآن مجید نے اس حوالے سے ہمیں ایک پالیسی ساز رہنمائی عطا فرمادی ہے جس میں کھانے پینے اور ہر چیز کے استعمال کو حد میں کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسے

''وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ''[2]

''اور کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو۔ بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

اسی طرح وضو میں بھی اسراف کو پسند نہیں کیا گیا۔ جیسے کہ ایک آدمی کو زیادہ پانی استعمال کرتے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''لَا تُسْرِفْ لَا تُسْرِفْ وَاِنْ كُنْتَ عَلٰى نَهْرٍ جَارٍ''[3]

''جاری نہر کے کنارے پر بھی وضو کے لئے پانی کا غیر ضروری استعمال نہ کیا جائے''۔

یعنی پانی بغیر قیمت کے اور بے بہا موجود ہے اور وضو کرنا بھی عبادت کے کاموں میں سے ہے پھر بھی یہاں ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرنے کو کہا گیا ہے۔ عصرِ حاضر میں پینے کا صاف پانی ہم جیسے ترقی پذیر ممالک میں شہروں تک میں وافر مقدار میں موجود نہیں ہے کجا کہ دیہاتوں اور گوٹھوں میں۔ چنانچہ جہاں پانی ہے وہاں اسے بے مقصد بہانا، بے احتیاطی سے نلکوں کو کھلے چھوڑ دینا، ضروری کاموں میں بھی بہت زیادہ استعمال کرنا، پانی کے

---

[1] سنن ابوداود، کتاب البیوع

[2] الاعراف۔ ۷: ۳۱

[3] سنن ابنِ ماجہ، باب ماجاء فی القصاء فی الوضو

ذخائر کو آلودہ کرنا یہ تمام ناپسندیدہ اور غیر ذمہ دارانہ رویے شمار ہوں گے۔

اسی طرح ملک میں بجلی اور گیس مطلوبہ ضرورت کے مقابلے میں کم مقدار میں موجود ہیں اور اسی وجہ سے بجلی اور گیس کی لوڈشیڈنگ کی جاتی ہے۔جن اوقات میں یہ نعمتیں میسّر ہوں اس وقت میں بلاوجہ اور غیر محتاط استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔جن محکموں کے ملازمین کو بجلی، گیس، ٹیلیفون اور پٹرول کی سہولت اپنے دفاتر سے حاصل ہے، ان کے گھروں میں بجلی اور گیس کو ضائع کرنے کا مشاہدہ عام ہے۔اسی طرح پٹرول کی سہولت حاصل ہونے کی بنا پر بچوں اور بڑوں کے ہاتھوں بلاوجہ گاڑی کا استعمال بھی عمومی رویہ ہے۔

ہمیں ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ جو بجلی، گیس اور پٹرول ہم آج بچائیں گے وہی کل کام آئے گا۔اور اسکی پوچھ بھی ہوگی۔جیسے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی اہلیہ کو چراغ جلانے پر تنبیہ کی کہ اس طرح چراغ جلانے پر زائد تیل استعمال ہوگا۔اسی طرح امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ عراق میں نماز جمعہ پڑھانے کے لیے آپ نے جس پانی سے وضو کیا تو بعد میں پتہ چلا کہ وہ پانی تو ناپاک تھا۔اس پر انہوں نے امام مالکؒ کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے چار لوٹے پانی کے اس کنواں سے نکال کر پانی پاک کروادیا جبکہ آپ فقہ حنفی کے مسلک کے امام ہیں۔اور ان کے مسلک کے مطابق پانی کی پاکی کے لیے زیادہ پانی کی مقدار درکار تھی۔لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حالات کی رعایت کرتے ہوئے مالکی رائے کو اختیار کیا۔ورنہ پورے کنویں کا پانی نکالنے پھر لوگوں کے دوبارہ وضو کرنے میں شاید جمعہ کا وقت بھی نکل جاتا یا بہت تاخیر ہوجاتی اس طرح آپ نے لوگوں کو پریشانی سے بچالیا۔آج کے دور میں بھی اس فہم اور فقہی مصلحت اندازی کو پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

سرکاری اداروں سے سرکاری قرضہ لینا پھر واپس نہ کرنا یا واپسی میں ٹال مٹول کرنا یا پھر یہ گمان کرنا کہ سرکار تو خود بدعنوان ہے اس کو کیا قرضہ واپس کیا جائے، تمام غیر ذمہ دارانہ اور جرم کے مترادف رویّے ہیں۔حضرت عمر بن ثریدؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''قرض ادا کر سکنے والے کا ٹال مٹول کرنا اس کی آبرو اور اس کی سزا کو حلال کر دیتا ہے''۔[1]

اجناس، گندم، دالیں، آٹا وغیرہ کو صحیح مقدار میں اس کے مقام پر پہنچانا اور قیمت بھی مناسب رکھنا سرکار اور زراعت سے وابستہ افراد کی ذمہ داری ہے۔حال ہی میں تھر میں پڑنے والا قحط، گوداموں میں گندم کے سڑ جانا،

---

[1] ابوداؤد۔ کتاب الاقضیۃ

مصنوعی قحط یا ذخیرہ اندوزی کے باعث بے شمار انسانوں کی ہلاکت کا باعث بنا۔ حضرت عمرؓ کے دور کا واقعہ ہے کہ آپؓ کو ایک عامل کوفہ سے ملنے آیا اور آپؓ جو کی روٹی زیتون کے تیل کے ساتھ کھا رہے تھے عامل نے دریافت کیا کہ جب گیہوں وافر مقدار میں موجود ہے تو آپ جو کیوں کھا رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا:
''مسلمانوں کا امیر گیہوں کی روٹی اس وقت تک کیسے کھا سکتا ہے جب تک ہر مسلمان کو جو اس علاقے میں آباد ہے گیہوں کی روٹی نہ پہنچ جائے''[1]

اسی طرح ذخیرہ اندوزی کے ذریعے اشیائے صرف کی رسد وطلب کے توازن کو متاثر کرنا اور مصنوعی قلت پیدا کر کے چیزوں کی قیمتوں کو بڑھا دینا اور پھر مال بازار میں لا کر خوب کمانا ممنوع قرار دیا گیا ہے اور یہ صرف غلہ سے مخصوص نہیں بلکہ تمام اشیاءِ ضرورت اس زمرے میں آتی ہیں۔ کیونکہ رسول ﷺ نے ذخیرہ اندوزی کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔[2]

سرکاری، پرائیویٹ مناصب اور ذرائع کا ذمہ دارانہ استعمال

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''تم میں سے ہر شخص محافظ اور نگران ہے اور اس سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ جو اس کی نگرانی میں دیے گئے ہیں۔ پس حکمران جو لوگوں کا نگران ہے، اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں یعنی بیوی بچوں کا نگران ہے پس اس سے اسکی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا اور بیوی اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد پر نگران ہے پس اس سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اور وہ اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔ خبردار تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔''[3]

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ متفق علیہ ہے جو ایک حکمران وقت سے لے کر ہر ذمہ دار فرد کو اپنے اپنے دائرہ کار میں ذمہ دار اور جواب دہ قرار دیتی ہے۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ ان حیثیتوں میں حقوق و ذرائع کا کیسے

---

1 حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، مناظر احسن گیلانی، ص: ۲۶، اسد پرنٹ، لاہور

2 سنن ابن ماجہ۔ کتاب التجارۃ

3 المشکوۃ، کتاب الامارۃ والقضاء

استعمال کیا اور اپنی ذمہ داریوں کو کس طرح ادا کیا۔ نبی ﷺ نے ان ذمہ داریوں کو کما حقہ انجام نہ دینے پر اللہ تعالی کی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''جو حاکم حاجت مندوں، غریبوں اور مسکینوں پر اپنا دروازہ بند کر دیتا ہے اللہ اس کی حاجت، غربت اور محتاجی کے وقت اس پر آسمانوں کے دروازے بند کر دیتا ہے''۔[1]

مناصب اور ذرائع کے ذمہ دارانہ استعمال کے تحت تفویض کردہ امور کو بحسن انجام دینا، عدل اجتماعی کا قیام، اپنے دائرہ کار میں ظلم وتعدی سے بچنا، عوام اور ماتحت افراد سے مبنی بردھوکا دہی رویہ اختیار نہ کرنا، رزق حلال کا اختیار کرنا اور حرام ذرائع سے اجتناب کرنا اور دوسروں کو روکنا، امانت میں خیانت نہ کرنا، مناصب طلب نہ کرنا، ذمہ داریوں پر اہل افراد کا تقرر کرنا، عوام یا اپنی رعیت کی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام کرنا، عوامی رابطے قائم کرنا، مبنی برحق فیصلے کرنا، اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں محنت اور مشقت سے کام لینا، جائے ملازمت پر وقت کی پابندی کرنا، احکام الٰہی کو نافذ کرنا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا وغیرہ شامل ہیں۔

دفتری معاملات میں ترقی، رہائش، میڈیکل، چھٹیوں اور دیگر مراعات کے حصول کے لئے غلط بیانی اور جھوٹ سے کام لینا بھی اسلامی تقاضوں کے منافی ہے۔

گھریلو اور معاشرتی سطح پر صفائی پسند رویے

مسلمہ اصول ہے کہ ظاہر، باطن پر اثر انداز ہوتا ہے اور باطن ظاہر پر۔ ظاہری صفائی قلب وروح میں تازگی کا احساس لاتی ہے اور پاکیزگی کا یہی احساس ذہن کو مثبت سوچ عطا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول ﷺ نے صفائی کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔

''اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ''[2]

''صفائی (پاکیزگی) نصف ایمان ہے''

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہونے کے ناطے صفائی، پاکیزگی، حفظانِ صحت، غذا اور غذائیت اور طبی معاملات کا اسی

---

1 ترمذی، کتاب الاحکام

2 المشکوۃ، کتاب الطہارۃ

طرح احاطہ کرتا ہے جس طرح عبادات، اخلاقیات اور معاملات کا۔ حضور ﷺ نے باطنی پاکیزگی کے پہلے مرحلے، کلمہ شہادت کے اقرار کے ساتھ ہی غسل کر کے ظاہری پاکیزگی کے اصول کو واضح کر دیا۔ اسلام پر عمل کے پہلے قدم نماز کی ادائیگی کو طہارت اور وضو کے ساتھ مشروط کر دیا۔ فقہ اسلامی کی تمام کتاب براہ راست طہارت سے شروع ہوتی ہیں، طہارت و پاکیزگی بذاتِ خود بھی اہم ہے اور تمام عبادات کے لئے لازمی شرط بھی ہے۔

جسم و لباس کی پاکیزگی، جائے نماز و رہائش کی پاکیزگی اور روح کی پاکیزگی لازم و ملزوم ہیں۔ ایک پاکیزہ روح گندے جسم میں اور ناپاک لباس میں نہیں رہ سکتی۔ صفائی کا براہ راست تعلق صحت سے بھی ہے۔ اسلام کو ایک قوی اور صحت مند مؤمن مطلوب ہے نہ کہ بیمار اور مضمحل۔ نبی ﷺ نے تفصیلاً طہارت کے حصول کے لئے نجس اور ناپاک اشیاء اور حالات کی وضاحت فرمانے کے ساتھ نجاست کو دور کرنے کے اصول وضوابط بھی عطا فرمائے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اپنے جسم، لباس، نماز کی جگہ، رہائش، مساجد اور عوامی مقامات کی صفائی کی تاکید فرمائی اور عوامی مقامات پر خصوصیت سے نجاست پھیلانے کی ممانعت فرمائی۔

انسانی جسم کی صفائی کے لئے ہاتھ دھونے، پانچ امور فطرت (ناخن کاٹنا، مونچھیں کترنا، زیر بغل اور زیر ناف بال صاف کرنا، ہاتھ دھوتے رہنا) پر عمل، مسواک کرنے، دن میں کم از کم پانچ بار وضو کرنا، ہفتے میں کم از کم ایک بار غسل کرنے، صاف ستھرا لباس پہننے، ڈاڑھی کی تراش خراش اور خوشبو کا استعمال کرنے کی تاکید فرمائی۔ نجاست کو دور کرنے اور طہارت حاصل کرنے کے لئے پانی کو ذریعہ بتایا۔ سورۃ انفال میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا تا کہ اس سے تمہیں (اور تمہاری بستیوں کو) پاک صاف کر دے''۔[1]

یقیناً پانی ذاتی صفائی سے آگے بڑھ کر مکانات، محلات، نباتات، شہر اور گرد و نواح کو پاک و صاف کرنے کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔ پانی کی عدم موجودگی میں آپ ﷺ نے مٹی یا دیگر طریقوں سے طہارت کے اصول دیئے۔ عوامی مقامات کی صفائی کی تاکید کے لئے مساجد اور خصوصاً بیت اللہ کی صفائی کا حکم دیا گیا۔ مسجد میں تھوکنے کو گناہ قرار دیا اور اس کو صاف کرنے کو کفارہ قرار دیا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ:

---

[1] الانفال۔۸ : ۱۱

''رسول ﷺ نے محلوں میں مساجد کی تعمیر اور انہیں پاکیزہ وخوشبودار رکھنے کا حکم دیا ہے''[1]۔ حضرت ابراہیمؑ کے ذریعے سے بھی امت کو عقیدے کے مظہر یعنی عبادت گاہ کو پاک رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ارشادِ قرآنی ہے:

''اور جب ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے خانہ کعبہ کی جگہ مقرر کردی اور اس کو حکم بھیجا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرا گھر طواف کرنے والوں اور (نماز میں) کھڑے ہونے والوں اور رکوع کرنے اور سجدہ کرنے والوں کے لئے صاف ستھرا رکھنا''۔[2]

اہل قبا کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اس مسجد (قبا) میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو پاک ہونا پسند کرتے ہیں اور اللہ پاکی چاہنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔[3]

آپ ﷺ نے پھل کھا کر اس کے چھلکے کھلے عام پھینکنے سے منع فرمایا۔ پانی کے برتنوں کو ڈھانپ کر رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ ایسے مکانات تعمیر کرنے سے منع فرمایا جن سے ہمسائیوں کے مکانات کو صاف اور تازہ ہوا پہنچنے میں رکاوٹ ہو۔ پانی کے ذخائر کو گندہ اور آلودہ کرنے کی بھی ممانعت فرمائی۔

نبی ﷺ کی ان تمام تعلیمات کے باوجود ہمارے عمومی رویئے کیا نظر آتے ہیں؟ جسمانی صفائی اور لباس کا اہتمام صاحب حیثیت افراد تو اچھی طرح کرتے ہیں لیکن مالی طور پر کم حیثیت افراد اپنی استطاعت میں ہونے والی صفائی پر بھی عمل پیرا نہیں ہوتے۔ پبلک مقامات پر اکٹھے ہوں تو بدبو، غسل خانوں کے استعمال کے بعد ہاتھ مناسب طور پر نہ دھونا، پبلک ٹوائلٹس میں گندگی کو نہ بہانا، استعمال کے بعد کموڈ کو صاف نہ کرنا، غسل خانوں میں زمین پر پانی جمع کر دینا، نہانے کی جگہ یا غسل خانے میں فرش پر ہی بچوں کو فراغت کرا دینا، نلکوں کی ٹونٹیوں پر گندے ہاتھ لگانا، ہاسٹل، ہسپتال یا ہوٹل وغیرہ میں سنک یا کموڈ میں پتی، ہڈی اور دیگر چیزیں پھینک دینا۔ اسی طرح اپنے گھروں کا کوڑا گھر کے باہر پھینک دینا یا کھلا چھوڑ دینا، باہر رکھنے والی ٹوکریوں یا ڈرم کا خیال نہ رکھنا، میونسپلٹی کے تحت رکھے گئے ڈرموں کے بجائے کوڑا ان سے باہر پھینک دینا، نالوں اور پانی

---

[1] ابوداؤد۔ کتاب الصلاۃ

[2] الحج۔ ۲۲ : ۲۶

[3] التوبہ۔ ۹ : ۱۰۸

کی گزرگاہوں میں کوڑا کچرا پھینک دینا، سڑک پر، باغات میں، عمارتوں میں، دکانوں کے آگے، گاڑی سے باہر کوڑا پھینک دینا۔ اس تمام اجتماعی گندگی پھیلانے میں ان پڑھ اور پڑھے لکھے صاحب حیثیت اور غریب سب لوگ یکساں شریک ہیں۔

ماحولیاتی آلودگی اور اس کے اسباب سے متعلقہ رویّے

صفائی ستھرائی میں ظاہری نفاست اور نظافت سے بڑھ کر ایک پہلو ماحولیاتی آلودگی کا آتا ہے۔ کسی بھی ایسے عمل سے جو معاشرے میں کثافت پیدا کرے، حتی الامکان بچنا ضروری ہے۔ ماحولیاتی آلودگی میں کوڑا کرکٹ جلانے، ٹائر جلانے، فیکٹریوں اور کارخانوں کے فاضل مادے کو جلانا یا پھینک دینا، اینٹوں کے بھٹوں یا اور خراب گاڑیوں کے انجنوں سے نکلنے والا کالا دھواں اور اسی طرح دیگر غیر ذمہّ دارانہ رویّے نہ صرف ماحولیاتی آلودگی کا باعث بنتے ہیں بلکہ صحت کے لئے بھی انتہائی مضر ہوتے ہیں۔ جیسے پلاسٹک جلانے سے جو کیمیائی اجزاء خارج ہوتے ہیں وہ کینسر کا سبب بنتے ہیں۔ یا پھر لوگوں کو ایسی آب وہوا سے الرجی ہو جاتی ہے جو کہ نہ صرف بذات خود تکلیف کا باعث بنتی ہے بلکہ دمہ جیسی بیماری کا بھی سبب بن جاتی ہے۔

وہ فضلہ جو ماحولیاتی آلودگی کا سبب بنتا ہے، دو قسم کا ہوتا ہے۔ ٹھوس فضلہ اور کیمیائی فضلہ۔ ٹھوس فضلہ اگر پانی میں ڈال دیا جائے تو انسانوں کے پینے کے پانی اور آبی حیات پر بری طرح اثر انداز ہوتا ہے سیمنٹ، کیمیائی کارخانے، خام تیل کو صاف کرنے والے کارخانے، کیمیائی فضلہ کا باعث ہوتے ہیں سٹیل مل یا پلاسٹک بنانے والے کارخانے وغیرہ سے جب ہوا میں فضلات شامل ہوتے ہیں تو یا تو سانس کے ذریعے اندر چلے جاتے ہیں یا پھر جس پانی میں بہایا جا رہا ہے وہ اگر مویشی یا انسان پی لیں یا بعض اوقات خوراک کی کھیتی میں استعمال کر لیں تو انتہائی مضر صحت ہیں۔ اس کے لئے خصوصی طور پر ان کارخانوں، فیکٹریوں کے مالکان کو ایسے انتظامات کرنے چاہئیں جس سے یہ فاضل مادے صحیح طور پر ٹھکانے لگائے جائیں یعنی ایسے آلات نصب کیے جانے چاہئیں جو فاضل دھویں اور بخارات کے منفی اثرات کو زائل کرنے والے ہوں۔ اس حوالے سے غیر ذمہّ داری اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرنے والے مالکان کے خلاف کارروائی بھی کی جانی چاہیے۔

اسی طرح ایک دوسرا اہم شعبہ ہسپتالوں کے فضلے سے متعلق ہے۔ ہسپتال اور چھوٹے کلینک یا کوئی بھی صحت عامہّ سے متعلقہ ادارہ کے لئے ایسے استعمال شدہ آلات، آلات جراحی، مواد یا فضلہ یا کیمیائی ادویات جو کہ

زائد المیعاد ہو چکی ہوں ان کو صحیح طور پر ٹھکانے لگانا ان کی قانونی ذمہ داری ہے۔

عمومی طور پر ہسپتالی فضلہ کی تین اقسام ہیں۔

ا۔ طبّی اور مضر صحت انفیکشن کا ذریعہ بننے والا

۲۔ تیز دھار والے آلات

۳۔ عمومی کوڑا کرکٹ

ہسپتالوں میں اس مقصد کے لیے تین بڑے بڑے ڈرم رکھے ہوتے ہیں جو کہ سرخ، سفید اور سبز رنگ کے ہوتے ہیں۔ طبّی فضلہ کو احتیاط سے مختص مقامات پر پیٹیوں میں لے جا کر جلا دیا جاتا ہے اور اس کو جلانے کے لیے مخصوص طرز کی بھٹی ہوتی ہے جو مختلف ہسپتالوں میں موجود ہوتی ہے۔ اس کا ایک اور طریقہ دفنا دینا بھی ہے۔ جبکہ عمومی کچرے کو حکومت کی مختص شدہ جگہوں پر پھینکا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں صفائی کے ان طریقوں پر عمل درآمد کم ہی ہوتا ہے۔ جس کے باعث انفیکشن تیزی سے پھیلتا ہے۔ نشہ کی لت میں مبتلا افراد استعمال شدہ سرنج اور اس کے علاوہ فاضل آلات وغیرہ کوڑے سے حاصل کر کے بیچ ڈالتے ہیں اور یوں انسانی جانوں کو نقصان پہنچانے اور مار ڈالنے والے افعال کا سبب بنتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انفرادی، اجتماعی اور انتظامی بنیادوں پر صفائی اور آلودگی سے بچاؤ کے لئے بتائے گئے اصولوں پر عملدرآمد یقینی بنایا جائے اور اس معاملے میں ہر فرد اور ادارہ اپنی ذمہ داری محسوس کرے۔

راستے کے حقوق

نبی ﷺ نے دین کی جامع تعلیم دیتے ہوئے گھروں سے باہر اور شاہراہوں پر سفر کرتے ہوئے راستے کے حقوق بھی متعین فرمائے۔ راستے میں اس طرح بیٹھنا کہ وہ لوگوں کے لئے رکاوٹ یا تکلیف کا باعث بنے، ممنوع قرار دیا گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے چار شرطوں کے ساتھ راستے پر بیٹھنے کی اجازت دی ہے اور اسے راستے کا حق قرار دیا ہے[1]۔ جو درج ذیل ہیں

ا۔ نگاہ نیچی رکھنا

---

[1] سنن ابوداود، کتاب الادب

۲۔ راہ میں تکلیف کا باعث نہ بننا

۳۔ سلام کا جواب دینا

۴۔ نیکی کی تلقین اور برائی سے روکنا

راستے میں رکاوٹ پیدا کرنے کا اطلاق راستے میں کھڑے ہوئے، بیٹھنے، گاڑی پارک کرنے، ناجائز تجاوزات و دیگر سب پر ہوتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں خصوصاً لڑکوں، مردوں کا عمومی راستوں، بازاروں میں اس طرح کھڑے ہونا کہ خواتین گزرتے ہوئے غیر محفوظ محسوس کریں، انتہائی نازیبا اور ناپسندیدہ طریقہ ہے۔ اسی طرح راستے میں سیٹی بجانا، تالی بجانا، گھورنا، چلتے ہوئے کھانا، زور سے ہنسنا، اشارہ کرنا، اشارے کنائیوں سے کسی کا مذاق اڑانا، گالیاں دینا، دوسروں کے گھروں یا گاڑیوں میں جھانکنا، کسی سے جان بوجھ کر ٹکرانا یا چھونا، غیر مہذب اور تکلیف دہ رویئے ہیں۔ کسی بھی رہائش یا عمارت میں دروازوں میں یا سیڑھیوں میں کھڑے ہونا راستے کا حق روکنے کے مترادف ہے۔ راستے کے حق کی اہمیت تو اس قدر ہے کہ فرض عبادت کی ادائیگی میں بھی اگر راستے میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہو تو انعامات سے محرومی کی وعید ہے۔ جیسا کہ جمعہ کی عبادت میں بھی گناہوں کی معافی کی شرط ہے کہ مقتدی امام کے قریب جانے کے لئے لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا نہ جائے[1]۔ یعنی انسانوں کو تکلیف نہ ہو، حتیٰ کہ نمازیوں کی صف میں کھڑا ہونے کے بھی آداب بتائے گئے ہیں کہ: ''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جن کے کندھے نماز کی حالت میں نرم ہوں[2]'' یعنی سیدھے کھڑے ہوں کندھے اکڑے نہ ہوں۔ گویا نماز میں نمازی ایک طرف زیادہ نہ جھکے یا اکڑ کر کھڑا نہ ہو کہ ساتھ والے نمازی کو تکلیف ہو۔ اسی ضمن میں مساجد میں لاؤڈ سپیکر کی تیز آواز اور اسی طرح راستے میں نماز پڑھنا کہ گزرنے والے کو تکلیف ہو، ان سب کاموں کو پسند نہیں کیا گیا ہے۔

راستے کے حقوق کی ادئیگی کا ایک پہلو راستہ ڈھونڈنے والے کی رہنمائی کرنا بھی ہے۔ اسی ضمن میں رسول ﷺ نے فرمایا:

''ایک شخص جو راہ بھول چکا ہے اسے راستہ دکھلانا صدقہ ہے، اور جو گلی اور بازار کا راستہ دکھلا کر رہنمائی کرے

---

[1] رویے میرے حضور ﷺ کے۔ امیر حمزہ، ص: ۹۱، دارالاندلس، لاہور

[2] المشکوۃ، کتاب الصلوۃ

اسے غلام آزاد کرنے جیسا ثواب ملتا ہے[1]"

چنانچہ کسی بھی شخص کی رہائش، دفتر یا سرکاری سہولیات کی فراہمی تک راستے کی رہنمائی کرنا اجر کا باعث ہے۔ ہمارے ہاں ایک غیر محتاط اور لا پرواہی پر مبنی رویہ پایا جاتا ہے کہ یا تو راستہ بتانے سے احتراز کیا جاتا ہے یا بے پرواہی سے غلط رہنمائی کر دی جاتی ہے۔ اسی طرح جہاں راستے میں رکاوٹ پیدا کرنے والے کے لئے وعید ہے، وہاں رکاوٹ دور کرنے والے کے لئے آنحضور ﷺ نے خوشخبری دی ہے۔

رسول ﷺ نے راستے سے کانٹوں بھری شاخ ہٹانے کو بھی اللہ کی رحمت حاصل کرنے کا ذریعہ بتایا۔ اور ایک وہ شخص جس نے ایک ایسے درخت کو کاٹ ڈالا جو لوگوں کو تکلیف دیتا تھا اس کے لیے رسول ﷺ نے فرمایا میں نے اسے جنت میں مزے اڑاتے دیکھا۔[2]

خدمتِ خلق

معاشرے کی بھلائی اور پوری انسانیت کے لئے فلاح و بہبود کا سوچنا اور اس کے مطابق کام کرنا ہر شہری کی وسیع ذمہ داری ہے۔ خدمت کے ذریعے ہی سے قومیں ترقی کرتی ہیں۔ خصوصاً ایسے ممالک جن کے ذرائع و وسائل محدود ہوں ان کے شہریوں کے لئے یہ بات بدرجہ اولی اہم ہو جاتی ہے کہ وہ مفاد عامہ اور سماجی بہبود کی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور خصوصاً کمزور اور معذور افراد کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑیں۔

رسول ﷺ نے خدمتِ خلق کا بے نظیر اسوہ چھوڑا ہے۔ آپ ﷺ قبل از نبوت بھی اس ذمہ داری سے غافل نہ تھے۔ یتیموں، بیواؤں، بے کسوں کی امداد، مجبور افرادِ معاشرہ کی دادرسی آپ ﷺ کا شیوہ تھا۔ بعد از نبوت تو پوری زندگی ہی خدمت خلق ہے۔ آپ ﷺ نے معاشرے میں پسے ہوئے طبقات میں خواتین کو ان کے تمام معاشی اور معاشرتی حقوق عطا فرمائے۔ اور غلاموں سے حسنِ سلوک اور غلام آزاد کرانے کو بہترین نیکی قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"بیوہ اور غریب کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا اللہ کی راہ کے مجاہد کی طرح ہے اور اس کے برابر ہے جو دن بھر

---

[1] الترمذی، کتاب البر والصلہ

[2] الترمذی، کتاب البر والصلہ

روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نماز پڑھتا ہے۔"[1]

چنانچہ ایک اسلامی معاشرے میں بغیر کسی بیرونی تحریک کے ایک دینی فریضہ سمجھتے ہوئے ہر فرد کو اپنی اپنی استطاعت کے مطابق معاشرے کے محروم اور پست طبقات اور افراد کی مدد کے لئے اپنا وقت، صلاحیتیں اور مال خرچ کرنا چاہیئے۔ انفرادی خدمتِ خلق کے ساتھ ممکن حد تک اجتماعی کوششوں سے یتیم خانے، شفا خانے، لائبریریاں اور فلاح و بہبود کے دیگر ادارے قائم کرنے چاہئیں۔ جیلوں میں قیدیوں، شفاخانوں میں مریضوں، اڑوس پڑوس میں مفلس افراد کی دوا، رہائش، تعلیم اور قانونی امداد کے مواقع تلاش کرتے ہوئے معاشرے کو فلاحی بنانے میں اپنا کردار ادا کرتے رہنا چاہیئے۔ نبی ﷺ نے بہترین صدقہ پانی کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ پاکستان کے صحرائی علاقوں یا دیگر مقامات پر جہاں پانی عام شہریوں کے لئے موجود نہیں ہے، کنویں کھدوانا خدمتِ خلق کی بہترین شکل ہے۔

عصبیت وفرقہ واریت سے اجتناب

مذہبی، لسانی اور گروہی عصبیت سے آزاد رہتے ہوئے غیر جانبدارانہ طرزِ فکر کے ساتھ ملک کے معاشرتی اور سیاسی معاملات کو طے کرنا چاہیئے۔ دوسرے گروہوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے لئے کھلا دل اور کھلا ذہن رکھنا چاہیئے۔ دوسروں کی بات سننے اور مثبت تنقید برداشت کرنے کا حوصلہ رکھنا چاہیئے۔ صرف اپنے مذہب، ملک، صوبے، ذات کو اچھا جاننا اور درست ماننا اور دوسروں کی مذمت کرنا، ناعاقبت اندیش رویئے ہیں جو معاشرے میں رواداری کے جذبات کو پیدا ہونے نہیں دیتے۔ عصبیت کی پکار جاہلیت کی پکار ہے اور یہ انسان کو عروج کی بجائے زوال کی طرف لے جاتی ہے۔ خواہ مخواہ اپنی انفرادیت اور یکتائی کے اظہار کی کوشش کے بجائے فریقین کے درمیان "قدر مشترک" تلاش کرنی چاہئے اور اس قدر مشترک کو نقطۂ اختلاف بنانے سے گریز کرنا چاہئے۔[2]

مذہب اسلام پر لگائے گئے اعتراضات کے جواب میں انہیں کے مذاہب سے مثالیں پیش کرنا یعنی دوسروں کی مذہبی تعلیمات میں سے ہی مثالیں دینا مولانا امین احسن اصلاحی کے نزدیک یہ اصولی طور پر غلط طریقہ ہے۔

---

[1] بخاری، کتاب الادب

[2] معاشرتی استحکام تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں، محمد صدیق ہزاروی، ص:۵۷، مطبوعہ تحقیقات اسلامی

انہوں نے لکھا ہے کہ:

''اس طریقے سے معترض چپ ہو جاتا ہے اور کمزور نفس کو تسلی ہو جاتی ہے لیکن نہ تو مخالف کو اسلام کی حقانیت کا ثبوت ملتا ہے نہ خود اپنے آپ کو اس سے شرح صدر حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ الٹا اپنی ہی کمزوری کا نہایت کھلا ثبوت ہے۔ یہ امر حق یعنی اسلام اپنی دلیل خود اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے صحیح طریقہ صرف یہ ہے کہ اس کے دلائل خود اس کے اندر سے پیش کئے جائیں''۔[1]

عصبیتِ جاہلیہ سے مراد ہے کہ کسی بھی اختلاف کی بنیاد برادری اور جماعت کے مفادات قرار دیے جائیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو اخوت اسلامی کے رشتے میں بے انتہا مضبوط کیا اور اختلاف کی بنیاد برادری اور جماعت کے مفادات کی بجائے حق و باطل کو قرار دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اندھے جھنڈے (جسکی وجہ معلوم نہ ہو) کے نیچے لڑے، عصبیت کی خاطر غضب ناک ہو یا عصبیت کو دعوت دے یا عصبیت کی مدد کرے اور قتل ہو جائے، تو اس کا قتل جاہلیت کا قتل ہے''۔[2]

عصرِ حاضر میں پاکستان میں ہونے والے بحث و مباحثے دورِ جاہلیت کی یاد دلاتے ہیں۔ جہاں ہر جماعت و گروہ اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا رہا ہوتا ہے۔ معاشرتی استحکام کے لئے ناجائز حمایت و طرفداری کے بجائے حق اور صحیح کا ساتھ دینا ضروری ہے۔

متشدد رویوں سے گریز

گھر، جائے ملازمت، عوامی اجتماع کے مقامات، سڑک، کہیں بھی جذبات کی رو میں بہہ کر متشدد رویے اختیار کرنا ایک مسلمان شہری کو زیبا نہیں دیتا۔ ٹریفک میں ذرا سے مسئلے پر ایک دوسرے کے گریبان پکڑ لینا اور ہاتھا پائی کی نوبت آجانا، خرید و فروخت کے دوران معاملات میں اونچ نیچ پر گالی گلوچ اور دھمکیوں پر اتر آنا، معمولی معمولی جھگڑوں پر چاقو اور پستول نکال کر دوسرے کی جان لے لینا یا زخمی کر ڈالنا، رشتہ ملنے سے انکار پر یا تعلقات کی کشیدگی پر کلہاڑے کے وار، فائرنگ یا تیزاب پھینک کر دوسرے فریق کی زندگی کو

---

[1] انبیاء اکرام کا طرزِ استدلال، مولانا امین احسن اصلاحی، ص: ۱۶، مطبع ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

[2] صحیح مسلم، کتاب الامارۃ

رسول ﷺ ہی ہمیں صبر و برداشت اور عالی حوصلگی کا سبق دیتا ہے۔ ایک بوڑھی عورت کے آپ ﷺ پر کوڑا اچھنکنے اور آپ ﷺ کے ردعمل میں ہمارے لئے زبردست اخلاقی ہدایت اور اصلاح کا پروگرام موجود ہے۔ اسی طرح اعلانِ نبوت کے بعد سے مکی دور کے اختتام تک قریش کی چیرہ دستیوں، راستے میں کانٹے بچھانے، جسم مبارک پر اوجھڑی پھینکنے، طائف میں پتھر مارنے کے واقعات میں آپ ﷺ کے جوابی ردعمل میں ہمارے لیے کیا سبق پنہاں ہے؟ آپ ﷺ فرمایا کہ: ''میں دو بدترین پڑوسیوں کے درمیان رہتا تھا۔ ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط۔ یہ دونوں میرے راستے پر نجاستیں لا کر ڈال دیتے تھے''۔[1]

آپ ﷺ نے اپنے رفقاء بلال ؓ، آلِ یاسر ؓ، صہیب ؓ کو پہنچنے والی ایذاء رسانیوں اور تکلیفوں پر بھی صبر کیا اور اسی کی تلقین کی۔ چنانچہ اپنی انفرادی، خانگی اور معاشرتی زندگی کے سکون کے لیے اس اخلاقی قدر کو ایک مستقل رویّے کے طور پر اپنانا چاہیے۔

حصول و فروغِ علم اور مطلوبہ رویہ

نبی ﷺ نے حصولِ علم کی کوشش کو ایک دینی فریضہ قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ ''یعنی علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''[2]۔ نیز فرمایا کہ احیائے اسلام کے لیے جس نے علم حاصل کرنا شروع کیا اور حصولِ علم کے دوران اس کی موت آ گئی تو اس کے اور انبیاء کے درجات میں جنت میں صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔[3]

علم کے حصول کا یہ حکم رسمی و غیر رسمی، دینی و دنیاوی تمام علوم پر حاوی ہے۔ مسلم معاشرے میں جہاں افراد کو یہ فریضہ سونپا جا رہا ہو اور بچپن سے بڑھاپے تک اس کے حصول کا ٹائم فریم دیا جا رہا ہو وہاں جہالتِ عام پر مبنی رویّے معاشرے کے لئے ایک ناسور کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ملک عزیز میں ۵۰ فیصد سے کم شرح خواندگی اور قرآن کے ترجمہ و فہم سے عدم واقفیت، دیہاتوں اور چھوٹے

---

[1] الطبقات الکبریٰ

[2] المشکوۃ، کتاب العلم

[3] ایضاً

شہروں میں عمومی مساجد سے وابستہ مولوی صاحبان کا جزوی فہمِ دینا اور اس تمام صورتحال پر مطمئن ہو کر بیٹھ رہنا، اجتماعی معاشرتی رویہ ہے۔ لہٰذا حصولِ علم ہی نہیں بلکہ فروغِ علم کے لئے بھی مخلصانہ کوششیں کرنی ہوں گی۔ تا کہ لوگوں کو دین و دنیا کا وسیع علم حاصل ہو۔ اور معاشرتی رویّوں میں علم صرف معلومات جمع کرنے کا باعث نہ بنے بلکہ انسانیت کو نفع پہنچانے والے اعمال کا باعث بنے۔ اسی لئے علم حاصل کرنے والے سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ اس نے کتنا علم حاصل کیا، بلکہ یہ جوابدہی ہوگی کہ جو علم حاصل کیا اس پر کتنا عمل کیا اور اس کے فروغ کے لئے کیا کیا کوششیں کیں اور کیا اسے صدقہ جاریہ بنایا گیا؟[1]

نظم وضبط

نظم وضبط تمدّنی رویّوں کی تشکیل میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو ایک نظم وضبط کے ذریعے سے قائم کر رکھا ہے۔ قرآن پاک کی مختلف آیات ہیں جن میں اس نظم و ترتیب کا ذکر ہے۔

''اور ان کے لئے رات میں بھی ایک نشانی ہے کہ ہم اس کے اوپر سے دن کو ہٹا دیتے ہیں۔۔۔۔خدائے عزیز وعلیم کا مقررہ اندازہ ہے۔۔۔۔۔ اور چاند کی منزلیں مقرر کر رکھی ہیں۔۔۔۔۔ نہ تو سورج کی مجال ہے کہ وہ چاند کو جالے اور نہ رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے اور ہر ایک اپنے اپنے دائرے میں تیرتا چلا جاتا ہے''۔[2]

دیگر بہت سی آیات مثلاً سورۃ ص: ۲۷، سورۃ الاحقاف: ۳، سورۃ الدخان: ۳۸۔۳۹ میں بھی اس کائناتی نظم و ضبط کا ذکر کیا گیا ہے۔ زمین پر نظم وضبط کے حوالے سے فرمانِ الٰہی ہے کہ:

''بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے زمین وآسمان کی اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ ذات جس نے موت وحیات کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرتا ہے۔ اور تم خدائے رحمٰن کی صفت میں کوئی خلل نہ دیکھو گے''۔[3]

کائنات میں چاند، سورج، ستارے، چرند پرند اور نباتات کے وجود و تسلسل میں پنہاں یہ نظم وضبط انسان کو اس

---

[1] شرح مسلم، کتاب العلم

[2] یٰس۔ ۳۷: ۴۱

[3] الملک۔ ۱: ۳

کی اہمیت کا احساس دلاتا ہے چنانچہ معاشرتی رویوں میں نظم وضبط کی پابندی بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔ اسلام کا اجتماعی مزاج ہی نظم وضبط کی فضا کا قیام ہے۔ یہ دین مسلمانوں کے ہر اجتماعی کام میں نظم چاہتا ہے۔ اسی بناء پر حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد، نظامِ کائنات ہو یا نظامِ زندگی، ہر سطح پر بنی نوع انسان کی حرکات وسکنات اور زمان ومکان کو نظم وضبط کا پابند بنایا گیا ہے۔

دین کا پہلا عملی تقاضا نماز ہے۔ نماز کی شرائط منجملہ طہارت بدن، طہارت لباس، طہارت جائے نماز اور وضو، تمام ہمیں کسی بھی کام کو طریقے اور سلیقے سے کرنے کی تیاری میں مدد دیتے ہیں۔ ادائیگی نماز میں استقبالِ قبلہ، حرکات نماز، (جسم کی کم از کم حرکات)، تلاوت قرآن اور تسبیحات نماز، مفسدات نماز سے بچنا انسان کے پیکر کو مجسم نظم وضبط بنا دیتا ہے۔ اجتماعی نظامِ نماز میں صف بندی، امام کی موجودگی، تقلیدِ امام سب اسی رویے کو مضبوط بناتے ہیں۔

نظم وضبط پر مبنی رویئے قوموں کے مہذب ہونے کی نشان دہی کرتے ہیں جن کا ہمارے معاشرے میں فقدان نظر آتا ہے۔ کسی بھی جگہ پر قطار بنانے میں ناکامی، ٹریفک کے دوران اپنی لین سے تجاوز، غلط اوور ٹیکنگ اور اشاروں کو توڑنے کی کوشش، بازاروں اور گزرگاہوں میں سیدھے سیدھے نہ چلنا اور دوسروں کے دھکے دینا، پبلک سواریوں میں چڑھتے اترتے وقت دھکم پیل کرنا، شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں کھانے پر ٹوٹ پڑنا، بلاوجہ کھانا ضائع کرنا، اجتماعی مواقعوں پر لڑائی جھگڑا اور ناشائستہ الفاظ کا استعمال کرنا، کسی آفت یا مسئلے کی صورت میں بھگدڑ مچانا ایسے رویّے ہیں جن کو درست کرنے کی تعلیم گھروں، مدارس اور میڈیا کے ذریعے دی جانی چاہیئے۔

ان تمام بیان کردہ مطلوبہ رویّوں کے حوالے سے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی تمدنی زندگی میں ان خطوط پر سوچتے، محسوس کرتے اور عمل کرتے ہوئے حقوقِ مصطفی ﷺ کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے اور اسلام کی حسین تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مصنفہ کی مطبوعات

- حج و عمرہ کے احکام ۔۔۔ مستند اور عام فہم
- حجاج کرام کے لیے مفید معلومات اور مشورے
- عید الاضحیٰ
- تنسیخ نکاح
- داعیات دین اور عصری تقاضے
- حاجی کا تجدید عہد
- مطلوبہ تمدنی رویے اور سیرت مصطفی ﷺ
- محسن نسواں
- تاریخ و فلسفۂ حج
- راہنما بروشرز برائے عازمینِ حج و عمرہ
- Right and Role of Women in contemporary Muslim Society
- Gender Equality
- Abolition of Death Penalty
- Women in Islam: Frequently Asked Questions
- Hajj-o-Umra (step wise Guide)
- Dissolution of Marriage: Practices, Laws and Islamic Teachings

Munir Photo Stat
03342158753 , 0335550543

انٹرنیشنل مسلم ویمن یونین

مکتبہ راحت الاسلام

Maktabah Rahat ul Islam